

مشرق مغرب اور تہذیبوں کا مکالمہ

ڈاکٹر وحید عشرت، ڈبئی ڈائریکٹر

(تیسری و آخری قسط)

{نوٹ: مجلہ کا مضمون نگار کی آراء و افکار سے اتفاق ضروری نہیں۔}

باوجود اس کے کہ خود میری اہلیت بھی اس سلسلے میں فردر ہے تاہم میں شاید چند بنیادی باتیں تو عرض کر سکوں گا جس پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ مجھے یہ اصرار نہیں کہ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں وہ قطعی، حتمی اور ضروری ہے۔ میں تو اپنی علمی کم آنگی کے باوجود صرف ایک نئے طرز احساس کو اجاگر کرنا چاہتا ہوں کہ شاید امت کی اس ناقہ بے زمام کو سوائے قطار کھینچنے میں کچھ خدمت کر سکوں۔ میرا ایمان ہے کہ ہمیں قرآن کو بلا کسی خوف و خطر کے تمام منطوق اور استدلالوں سے بالاتر ہو کر اولین کسوٹی مان لینا چاہیے۔ زبانی نہیں۔ عقلی اور عملی طور پر۔ ہر اس تصور اور نظریے کو رد کر دینا چاہیے جو قرآن کے ایک شوشے کے بھی خلاف ہو۔ اب دوسرے نظریات سے قرآن کی تعلیمات کی تطبیق کی بجائے قرآن کے اصولوں کی پرکھ پر علم، فلسفہ، سائنس اور عمرانی علوم کے حاصلات کی پرکھ اور رد و قبول ہونا چاہیے۔ اس کے لیے قرآن کا بھی از سر نو مطالعہ کرنا ہوگا۔ قرآن سے عمرانی، اخلاقی، سیاسی اور سائنسی نظریات کا انضباط کرنا ہوگا۔ اور ان کی روشنی میں جدید حاصلات کے معیار کا تعین کرنا ہوگا۔ اس کے لئے ہم قرآن کی مرضی خود قرآن سنت رسول ﷺ اور سیرت رسول ﷺ اور اسوہ صحابہؓ سے معلوم کریں گے۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہر معاملے میں رجوع کرنا ہے کیونکہ ان کی سنت، ان کی سیرت اور ان کے کردار کے برعکس جو راستے ہیں وہ سوائے بولہبی کے اور کہیں نہیں لے جاتے۔ قرآن کے بعد آنحضرت ﷺ کی سنت اور ان کی سیرت ہی سب کے لئے حجت ہے۔ آپ ﷺ کی محبت آپ ﷺ کے اتباع کا نام ہے۔ حضور ﷺ کے ادنیٰ فرمان کے سامنے تمام استدلال اور منطقیں صفر ہیں۔ ہمیں ہر معاملہ میں خلوص نیت سے یہ دیکھنا ہے کہ نبی پاک ﷺ آج کی صورت حال میں درپیش مسئلے کے بارے میں کیا رویہ اختیار فرماتے۔ اور اس کے حل کے لیے کیا رہنمائی فرماتے۔ تیسرا اصول اسوہ صحابہؓ کا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ صحابہؓ نجوم ہدایت ہیں۔

ہمیں انفرادی اور معاشرتی تمام معاملات میں اور طرز جہاں بانی میں ان کی راہ عمل، طرز استدلال اور طریق زندگی سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور دوسرے صحابہ اور صحابیات کے طریق زندگی سے اپنے لئے زندگی کرنے کے اصول وضع کرنے ہیں اور اس سلسلے میں ہمارے اکابر محدثین، آئمہ فقہ اور علمائے جو اصول مرتب فرمائے ہیں ان ہی کی روشنی میں اتباع اور پیروی میں عصری تقاضوں کے لئے اجتہادات کرتے ہیں۔ اصول دین میں ہمیں ان کا اتباع کرتا ہے اور فروعات میں بھی، ان سے رہنمائی لیتا ہے۔ پھر وہ معاملات جن میں اجتہاد میں وقت ہو اس کے لئے ایک واضح اصول معاذ بن جبل نے وضع فرما دیا کہ ہمیں قرآن و سنت میں بظاہر نظر نہیں آتا۔ فقہ فی الدین رکھنے والوں کے لیے قرآن و سنت کا مسائل میں منشا معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں۔ قرآن نے انسانیت کے جملہ مسائل کو دو بنیادی تصورات میں حل کر دیا ہے۔ ایک تو اصول توحید ہے اور دوسرا توحید انسانیت ہے۔ یعنی خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ اس اصول نے تمام ادیان اور تمام نظریات کو متشخص کر دیا ہے اور یہ بات واضح کر دی ہے کہ خدا کے نزدیک دین صرف اسلام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی دین ہے۔ یہ تمام حضرات خدا کے پیغمبر اور رسول تھے اور ان پر خدا کی طرف سے ہی الہامی کتب اور صحیفے نازل ہوئے اور یہی دین اسلام حضرت محمد ﷺ پر آ کر مکمل ہوا۔ یہ پرانی الہامی کتب حضرت محمد ﷺ کی تصدیق کرتی ہیں اور قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے۔ خدا نے ایک ہی آدم تخلیق کیا اور اس کو ایک ہی دین دے کر بھیجا۔ یہ تمام ادیان خدا کی توحید کی تعلیم دیتے ہیں تاہم علم کی کمی، ذرائع ابلاغ کی عدم دستیابی اور بعد کے تعصبات اور حالات نے اس دین اسلام کو شخصیات سے نسبت دے دی اور توحید میں شرک کی آمیزش کر کے خدا کی ذات کے ساتھ ان پیغمبروں کو بھی شریک کر لیا جس کی تعلیم انہوں نے نہیں دی تھی۔ مغرب کی یہودیت اور عیسائیت کے مذہبی مراکز بھی ایشیا میں واقع ہیں اور ان کا قبلہ اول بھی ایشیا میں واقع ہے ان کی الہامی کتب بھی ایشیا میں ہی نازل ہوئی یعنی مشرق ہی اہل مغرب کا روحانی مرجع ہے لہذا ان کے پاس مشرق سے تصادم اور مخالفت کی کوئی وجہ نہیں بقول ابو یحیٰٰن البیرونی سقراط اور افلاطون بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے۔ سقراط کی توحید پرستی اور اخلاقی کمال سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ جب اہل یہود کا اور عیسائیوں کا خدا

ایک ہے وحی اور الہامی کتب، قبلہ اور یوم آخرت پر ان کا ایمان ہے اور وہ نماز یعنی خدا کی عبادت بھی کرتے ہیں تو اس بات سے ان کے روحانی رشتوں کی توثیق ہوتی ہے۔ یہودی توحید پرست ہیں عیسائیوں کا وہ فرقہ جو برناباس انجیل پر ایمان رکھتا ہے توحید پرست ہے اور تثلیث ماننے والے بھی اصل خدا کو بھی خدا مانتے ہیں تو تینوں اقوام یا تینوں مذاہب میں خدا، وحی، رسولوں، الہامی کتب، یوم آخرت اور جزا و سزا اور حیات بعد الموت کے عقائد پر اتفاق ہے۔ یعنی فروعی اختلافات کے باوجود مشرق اور مغرب میں مذہب کے انفراسٹرکچر پر کوئی بنیادی اختلاف نہیں۔ تو مشرق اور مغرب دونوں کو سوچنا چاہیے کہ آخر انہوں نے کس بنیاد پر ایک دوسرے کو زیر کرنے کے عذاب میں خود کو مبتلا کر رکھا ہے۔ قرآن اور خود توریت اور انجیل بھی اولین انسان حضرت آدم کو تسلیم کرتے ہیں اور روئے زمین پر جتنے بھی انسان ہیں وہ حضرت آدم اور حضرت بی بی حوا کی اولاد ہیں۔ یعنی نوع انسانی خواہ وہ سری لنکا میں آباد ہو یا کنیڈا میں، سب اولاد آدم ہے۔ نوع انسانی ایک خاندان اور ایک کنبہ ہے تو کیوں نہ تمام اولاد آدم ایک خاندان کی طرح اتفاق، محبت اور پیار سے زندگی بسر کرے۔ اب جب کہ سائنس نے یہ فاصلے سمیٹ دیئے ہیں، ملنا جلنا آسان ہو گیا ہے۔ ایک دوسرے سے مکالمہ کرنا اور دکھ درد باٹنا بالکل ہی اہل ہو گیا ہے۔ دنیا کے ایک ایک کونے کے آدمی دوسرے کونے کے آدمی سے بات کر سکتا ہے اس کو دیکھ سکتا ہے اور ضرورت پر اس کی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔ رنگ و نسل اور زبان کے امتیازات اس کے لئے بے معنی ہیں کہ یہ تو موسمی اثرات کا نتیجہ ہے، نسل بھی اصل میں آدم کی نسل ہے۔ چھوٹی موٹی ذاتیں، گروہ بندیاں محض ایک دوسرے کی پہچان کے لئے ہیں۔ آنے والی صدیوں میں جس تیزی سے مختلف قوموں اور نسلوں کا اختلاط ہو رہا ہے یہ امتیازات بھی بے معنی ہو کر رہ جائیں گے اور صرف انسان باقی رہ جائے گا جو اپنی ایک ہی نسل رکھتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے اور بس۔ مغرب کے بعض دانشوروں جس میں کومت اور ڈاں پال سارتر بھی شامل ہے نے کہا تھا کہ فرد ساج کا دشمن ہے فرد ساج کے اصولوں کو اپنے لئے زنجیریں تصور کرتا ہے اور ساج فرد کی آزادی کو کھیل دیتا ہے اور اس پر پابندیاں عائد کرتا ہے۔ یہ بھی ایک نکتہ نظر ہے جو مغربی عمرانیات کے دانشوروں نے ایجاد کیا اور ایک نکتہ نظر یہ بھی ہے کہ فرد ساج میں آکھ کھولتا ہے ساج فرد کی پرورش کرتا ہے اس کی ذات کو تشخص عطا کرتا ہے اور اس کی صلاحیتوں کی پرورش اور پرداخت کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح فرد اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ساج کو ترقی، تعمیر اور فلاح کی منزل عطا کرتا ہے فرد کے بغیر ساج کا

کوئی تصور نہیں اس لئے کہ فرد اس کی بنیادی اکائی ہے اور سماج فرد کے لئے رحمت ہے کہ وہ اس کی زندگی کی ضمانت اور اس کی صلاحیتوں کے لئے جولان گاہ ہے فرد اور سماج دونوں ایک دوسرے کے دوست اور ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ آج کی بے پناہ سائنسی ترقی سے مشرق اور مغرب میں ویسے بھی فاصلے ختم ہو گئے ہیں۔ حد بندیاں ٹوٹ گئی ہیں یا ٹوٹ جائیں گی ایسے میں ایک کرہ ارض ایک گھر ہوگا اور اس کا باسی انسان۔ آہستہ آہستہ پرانے یہ تمام تصورات دم توڑ دیں گے جو ایک ہلاکت خیز تعصب نے مشرق مشرق اور مغرب مغرب ہے کہ نام پر پال رکھے ہیں اور بے مقصد محض جہالت کی بنیاد پر مذہب، تہذیبوں اور اقوام کا تصادم بنا رکھا ہے۔ آج سب سے اہم انسان ہے کہہ ارض کا انسان، خدا کا نائب، خدا کا خلیفہ، اس زمین کا باسی انسان، بے پناہ مسائل اور مصائب میں گھرا ہوا انسان، بے پناہ وسائل پر حاوی ہونے کے باوجود بھوک جہالت، تعصبات، بیماریوں اور آفات زمین اور ستاروں میں گرفتار انسان، ستاروں کی گزر گاہوں کی تلاش میں کامیابی کے باوجود اپنے افکار کی دنیا میں قدم دھرنے سے خوف زدہ ہے جو ابھی تک زندگی کی شب تاریک کو سحر نہیں کر سکا۔ جب انسان ایک ہے تو اس کی تہذیب بھی ایک ہے اور اس کی ثقافت بھی ایک ہے اور اس کا خدا اور دین بھی ایک ہے۔ لہذا آج کا سب سے بڑا مکالمہ خود انسان ہے سب سے بڑا موضوع یہی ہے۔ مغرب کے نئے دانشوروں کو اکیسویں صدی میں مشرق اور مغرب کے مفروضہ مصنوعی اور خود ساختہ تصادمات کی ذہنی بجائے کی بجائے آج کے انسان کے تحفظ کی بات کرنی چاہیے۔ اس کے لئے خوراک، لباس، رہائش اور تعلیم کا بندوبست کرنا چاہیے اسے عدل، انصاف اور امن کی فضا مہیا کرنی چاہیے یہ کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ وہ اس ہولناک ایٹمی اسلحہ کے ڈھیر پر بیٹھا تھر تھر کانپ رہا ہے جو خود اس نے بنا رکھا ہے یا بنا رہا ہے۔ قوموں اور تہذیبوں کے حصار توڑ کر سب کو خدا کی بادشاہتوں میں داخل ہونا چاہیے جہاں امن اور سلامتی ہے۔ جہاں نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی ڈر بلکہ سب کے لئے امان ہی امان ہے۔ تصادم میں ہلاکت ہے اور باہم مل بیٹھنے میں زندگی ہے۔ آج کے انسانوں کے درمیان یہی مکالمہ ہونا چاہیے کہ وہ کس طرح دنیا میں ایک مٹی برائے انصاف، معاشی استحصال سے پاک اور اصول عدل اور مساوات پر ایک عالمی سماج تخلیق کر سکتے ہیں جہاں ایک دوسرے کے وسائل لوٹنے کی بجائے خدا کے دیئے ہوئے رزق کو سب انسانوں میں تقسیم کرنے کا نظام وضع کیا جاسکے۔ ایٹم اور ٹیکنالوجی کو انسانیت کا آلہ قتل کی بجائے خادم بنادیا جائے۔ جو زمین کے خزانے نکالنے میں معاون ہو جس سے اناج پیدا ہو، بھوک مٹ

سکے اور تمام انسانوں کو تن ڈھاپنے کو کپڑا اور رہنے کو گھر مل سکے اور ہر شخص کو کتاب مل سکے۔ خدا نے انسان پر رزق کے دروازے بند نہیں کئے کیونکہ وہ لاکھوں بچوں کو اس لئے پیدا کر رہا ہے کہ ابھی اس کے پاس کھلانے کو سب کچھ موجود ہے۔ دنیا بھر کے مدبروں اور دانشوروں کو اپنی سوچ کے زاویے اب یوں ترتیب دینے چاہیں کہ وہ انسانوں کے لئے رزق، کپڑا، مکان، عدل، انصاف اور علاج، تعلیم کے وسائل فراہم کرنے کی تدابیر پیش کریں اور اس کے لئے انسان ہونا ہی کافی ہو، کالا، گورا، ایشیائی، افریقی، یورپی، امریکی، مسلم، عیسائی، ہندو یا یہودی کا امتیاز نہ ہو۔ ہم انسانوں میں اختلاف رائے سننے، اسے برداشت کرنے اور اپنے اصولوں پر خود عمل کرنے اور دوسروں پر تھوپنے سے باز رہنے کا سلیقہ سکھیں۔ نوع انسانی کے گلدستے میں یہ رنگ و نسل، عقیدہ و زبان، لباس اور نشہ و برخواست کا رنگارنگ تنوع اسی طرح دل فریب ہے جس طرح گل دان میں مختلف رنگوں کے پھول بہا رہتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ پر خوبصورت لگتے ہیں لوگوں میں جب سچائی کو سننے اور اختلاف کو قبول کرنے کا حوصلہ پیدا ہوگا تو وہ خود ایک ایسی سچائی کو قبول کر لیں گے جو آدم سے لے کر آج تک ایک ہی ہے اور وہ توحید خدا اور توحید نسل انسانی ہے۔ ممکن ہے یہ میری ان معروضات کو اہل مغرب قبول کرنے میں ذرا سا ہچکچائیں کیونکہ انہیں اس وقت سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدستی میں میری آواز ایک ترقی پذیر ملک کے ایک فرد کی آواز محسوس ہوگی جو انہیں امن و سلامتی کے نام پر مسلمانوں کے لئے کسی رعایتی رویے کے لئے پکار رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات خود مغرب کے بھی مفاد میں ہے کہ وہ تصادم کو کچلنے کی اور دوسروں پر برتری اور تسلط کی راہ چھوڑ کر انسان کی فکر کریں۔ میری درخواست کا اصل ہدف خود مسلمان ہیں کہ وہ میری معروضات پر غور کریں اور اس کے لئے اپنا لائحہ عمل مرتب کریں جس کے تحت اولین سطح پر مندرجہ ذیل اقدامات کریں۔ ۱۔ سب سے پہلے وہ قرآن و سنت سے رجوع کریں اور ایسے اقدامات کریں کہ ان کے ہاں قانون اور آئین کا بنیادی منبع قرآن و سنت ہو۔ ان کے ہاں سیاسی، معاشی، عدالتی اور سماجی نظام قرآن و سنت کی روشنی میں تشکیل پائیں۔ اس وقت پاکستان، افغانستان، ایران، ترکی، الجزائر اور سوڈان وسط ایشیا نیم مسلم ریاستوں میں جو اسلامی تحریکات چل رہی ہیں انہیں مستحکم کریں اور ان کا دائرہ دوسری مسلمان ریاستوں پر بھی پھیلا کر پوری مسلم دنیا کو قرآن و سنت کی حکمرانی کا گہوارہ بنا دیا جائے تاکہ اسلام کا نفوذ ہو۔ اور اسلام کا نفاذ عمل میں آ سکے۔ مسلمان خود بھی اپنی زندگیاں اسلام کے مطابق ڈھالیں کیونکہ محض ریاست میں اسلام کے نفاذ سے اسلامی معاشرہ تشکیل نہیں دیا جاسکتا۔

۲۔ مسلم ممالک پہلی سطح پر اپنی اپنی شناخت رکھتے ہوئے اپنے ہاں جمہوری خلافتیں قائم کر س اور یہ خلافتیں آپس میں ربط کے راستے تلاش کریں۔ یہ جمہوری خلافتیں اپنے اپنے خطوں میں خود مختار ہوں تاہم یہ آپس میں دفاعی معاہدات کر سکتی ہیں۔ تجارت میں پہلی ترجیح ایک دوسرے کو دیں، نقلی و وظائف دیں اور آپس میں آمد و رفت کی پابندیاں ختم نہیں تو نرم ضرور کر دیں تاکہ مسلم عوام کا آپس میں میل جول بڑھے، تجارت کے ساتھ ساتھ مشترکہ صنعت کاری، سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ میں تعاون کر سکتی ہیں، یہ تمام ممالک اپنے اثاثے اور سرمائے کو اسلامی بینک میں رکھیں اور امریکہ اور یورپ کے بینکوں سے اپنے اثاثے اور سرمائے کو یہاں منتقل کریں تاکہ ان کا سرمایہ ترقی اور صنعت کاری میں ان کے کام آئے۔ ۳۔ تمام مسلم ممالک میں عربی لازمی قرار دے دی جائے۔ یورپی زبانوں کو اختیاری قرار دیا جائے تمام اسلامی ممالک میں نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کا ایک ہی انفراسٹرکچر ہو صرف مقامی ضروریات کے تحت اس میں حشو و زائد ہو عالم اسلام میں ایک بڑا علمی ادارہ ہو جس کی ہر اسلامی ملک میں شاخ ہو یہ ادارہ ہر کتاب کو خواہ وہ سائنسی علوم کی ہو یا عمرانی یا ادبی اس کو غیر مسلم ایشیائی اور یورپی زبان سے اسلامی ممالک کی زبانوں میں منتقل کرے جن میں عربی، فارسی، اردو، ترکی، ہنگہ دیشی اور انڈونیشی زبانوں کے علاوہ علاقائی زبانیں بھی شامل ہیں تاکہ عام مسلمانوں کو غیر ملکی زبانوں کی محتاجی سے نجات مل سکے۔ ۴۔ عالم اسلام کو ذرائع ابلاغ، ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبارات، رسائل اور خبر رساں ایجنسیوں کا ایک اپنا میڈیا سسٹم تشکیل دینا چاہیے تاکہ وہ خبروں اور اطلاعات پر اپنا کنٹرول قائم کر سکیں اور ان کا دوسروں پر انحصار ختم ہو۔ اس مسئلے میں انہیں اپنی پالیسیاں خود وضع کرنی چاہیں اس طرح مواصلات کا اور رسل و رسائل کا اپنا نظام ہو تمام ممالک سرکوں یعنی موٹروے طرز کی شاہراہوں کے ذریعے آپس میں ملے ہوں تاکہ تجارت اور آمد و رفت میں اور دفاع کی صورت میں نقل و حمل میں انہیں وقت نہ ہو اور وہ کسی بھی مسلمان ملک کی مدد کو پہنچ سکیں۔ ۵۔ مسلم ممالک کو اسلام کی تبلیغ کا اپنا ایک نظام وضع کرنا چاہیے اس کے لیے ایسا ادب تیار ہو جس میں اسلام کی دعوت مثبت انداز میں دی جائے اور دوسروں پر تنقید کرنے کی بجائے اسلام کے نوع انسانی کے لئے اقدامات اجاگر کئے جائیں کہ اسلام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک ایک ہی دین ہے جو رنگ و نسل اور علاقوں اور زمان و مکان کی تحدیدات سے بالا مساوات انسانی کا پرچار کرے اور جس کو اپنانے سے تمام انسان آپس میں بھائی بھائی بن کر ایک عالمگیر معاشرے میں شامل ہونے سے

انسانیت کو امن اور خوشحالی سے شاد کام کر سکتے ہیں۔ اسلام ہر ظلم کے خلاف عدل و انصاف اور برابری کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسلام آخرت کی زندگی کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں بھی انسان کی عزت نفس، اس کے لئے رزق اور دوسری ضروریات زندگی، مساوات، عدل و انصاف اور خوشحالی کا ضامن ہے۔

۲۔ عالم اسلام اپنا ایک دفاعی حصار قائم کرے اور عالم اسلام کے کسی بھی رکن پر حملہ عالم اسلام پر حملہ تصور کیا جائے اور حملہ آور سے جس بھی طرح ممکن ہونٹا جائے۔ اس کے لئے دفاعی اسلحہ، ایٹمی قوت اور روایتی اسلحہ تیار کیا جائے۔ اس لئے کہ اپنے گھوڑے (دفاعی ساز و سامان) تیار رکھنے کا قرآن نے حکم دیا ہے۔ ایک طاقت وار عالم اسلام ہی دنیا میں امن کا ضامن بن سکتا ہے۔ دنیا بھر میں مسلمان اقلیتوں کے تحفظ کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ قبرص، کشمیر، فلسطین، بونینیا، کوسوو، مورور اور سکیا گ اور بھارت کے مسلمان کے تحفظ اور آزادی کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ تمام دنیا میں مسلمانوں کی رجسٹریشن ہو اور ان کے حالات و کوائف ایک مرکزی کمپیوٹر میں فیڈ کئے جائیں اور پھر ان کی روشنی میں اقدامات کئے جائیں۔ ۷۔ یورپی، امریکی اور ایشیائی ممالک کی عیسائی، ہندو اور یہودی مملکتوں سے انصاف کے معروف اصولوں پر تعلقات معمول پر لائے جائیں اور انہیں یہ باور کرایا جائے کہ مسلمانوں کے ان کے خلاف کسی قسم کے جارحانہ عزائم نہیں۔ ہر مذہب کو اور اس کے ماننے والوں کو عبادت کی آزادی ہے۔ سب کو مل کر دنیا سے بھوک، غربت و افلاس ختم کرنی چاہیے ہر انسان کے لئے رزق اور زندگی کے وسائل عام کرنے چاہیں روٹی کپڑا، مکان اور تعلیم ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ امن ہر انسان اور ہر خطے کی ضرورت ہے۔ ہمیں آپس میں ٹکرا کر اور تصادم میں الجھ کر کچھ نہیں ملے گا۔ ہر انسان کو بلا تميز مذہب و ملت زندہ رہنے اور زندگی کرنے کا حق ہے۔ مشرق و مغرب میں تصادم اور لڑائی جھگڑے کی پرانی جہالت پر مبنی سوچ کو ترک کرنے میں ہی انسان کا بھلا ہے۔ سب تہذیبوں کو عدل و انصاف اور ایک دوسرے کے تعاون سے افزائش اور تعمیر و ترقی کا برابر کا حق ہے۔ نوع انسانی کے گلدستے میں ہر تہذیب و ثقافت کے پھولوں کی مہک اور سجاوٹ سے ہی رونق ہے۔ تمام انسانوں کو ان ہاتھوں کو مل کر روکنا ہے جو سیاست، معاش، تجارت، ثقافت اور مذہب کے نام پر دہشت پھیلاتے ہیں اور دوسروں کا استحصال کرتے اور غلام بنا کر اپنی بیمار نفسیات پر فتح پانے، بھوک، غربت، جہالت، بیماریوں، آلودگی پر فتح پانے کی دنیا بھر کے دانشوروں کو تدبیر کرنی چاہیے۔ مشرق میں رہنے سے کسی کو سرخاب کے پر نہیں لگ جاتے اور نہ مغرب میں رہنے سے کوئی نقاخر پیدا ہوتا ہے نہ جنوب نہ شمال۔ یہ سب اللہ کی زمین

ہے اور تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں۔ زمین کو اس کا گہوارہ بنانا اور انسانوں کو رزق فراہم کرنا امن و امان دینا اور سب کے لئے زندگی کے وسائل فراہم کرنا ہی انسانیت کے لئے فخر و انبساط کی بات ہے۔ قوموں نسلوں، ذاتوں، برادریوں، تہذیبوں، تمدنوں اور ثقافتوں کی بولقمونی سے کائنات کو مہکائے رکھنے میں ہی انسان کی عظمت ہے لہذا پرانی تنگ نائیوں سے نکل کر انسان کی بات کی جائے۔ انسان کی عظمت کی بات کی جائے اور خدا کی محبوب ترین مخلوق انسان کو صحیح معنوں میں خدا کا نائب اور شہکار بنانے کی بات کی جائے تاکہ پوری کائنات خدا کے نور سے روشن ہو۔ اب تہذیبوں کے درمیان انسان کی فلاح کے سوا کوئی مکالمہ نہیں ہونا چاہیے۔

نوٹ: فقہ اسلامی کے سال ۲۰۱۰ اور ۲۰۱۱ کے شمارے جلد نمبر ۱۱۔ اور ۱۲ محدود تعداد میں مجلد دستیاب ہیں۔ صرف مکتبات / لائبریریز / مدارس اور تعلیمی اداروں کے لئے جاری کئے جاسکتے ہیں۔ قیمت فی جلد صرف پانچ سو روپے علاوہ ڈاک خرچ۔

﴿ برائے رابطہ ﴾

حافظ عبدالرحمن ثانی خطیب ہاؤس، پی ۹۸ پنجاب ٹاؤن،

ملیر ہالٹ کراچی..... فون 0312-2090807

اسکولوں اور دینی مدارس کے طلباء و طالبات کے لئے!

مختصر نصابِ فقہ سوالاً جواباً

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز